قائداعظم ایک سوانحی خاکہ

پروفیسر شریف المجاہد

تاریخ کے معیار پر اگر پرکھا جائے تو یہ حقیقت بالکل واضح نظر آتی ہے کہ قائداعظم نے اپنی طویل اور انتہائی مصروف سیاسی زندگی میں (۱۹۰۴ء۔۱۹۴۸ء) جو کارنامے انجام دیے ان میں قیام پاکستان ان کا سب سے عظیم الشان کارنامہ ہے۔ وہ واقعی ایک جامع کمالات شخصیت تھے۔ ایک ایسی شخصیت جو ہندوستان کی جدید تاریخ کے افق پر اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتی۔ وہ اپنی سیاسی حکمت عملی کی بنا پر ہندو مسلم اتحاد کے سفیر کہلائے، پارلیمنٹیرین کے روپ میں کوئی ان کا ثانی نہیں تھا۔ عوامی رہنما کی حیثیت سے ان کی اولوالعزمی اور ولولہ انگیزی مثالی تھی۔ تیس برس کے عرصے میں جناح مسلمانوں کے مطالبات کو دو حریف فریقوں سے منوانے اور تسلیم کرانے کی سعی و کاوش میں شبانہ روز مصروف رہے۔ انہوں نے مطالبۂ پاکستان کو مسلم ہندوستان کا اعلیٰ وارفع مقصد حیات بنا کر مسلم قوم کی آزادی کی سمت رہنمائی کی اور بالآخران کے لیے ایک علیحدہ وطن حاصل کرلیا۔

ابتدائی زندگی:

جناح ۲۵ دسمبر ۱۸۷۶ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ایک تاجر تھے۔ کراچی میں سندھ مدرسۃ الاسلام اور کرسچین مشنری سوسائٹی ہائی اسکول سے تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ سولہ سال کی عمر میں لندن روانہ ہوگئے اور وہاں لنکنز ان میں داخلہ لے لیا۔ تین برس بعد انہوں نے یہاں سے بیرسٹری کی سند حاصل کی۔ ۱۸۹۶ء میں آپ وطن واپس آئے اور بمبئی ہائی کورٹ میں بحیثیت وکیل اپنا رجسٹریشن کرایا۔ تین برس بعد یعنی ۱۹۰۰ء میں ان کا تقرر عارضی طور پر بمبئی پریذیڈنسی مجسٹریٹ کی حیثیت سے ہوا۔ پھر دیکھتے ہی دیکھتے جناح ملک کی اعلیٰ عدالتوں میں پیروی کرنے لگے جب وہ برطانیہ میں (۱۹۳۱ء۔۱۹۳۴ء) مقیم تھے تو انہوں نے پریوی کونسل کی عدالتی کمیٹی کے سامنے دلائل دینے کا اعزاز بھی حاصل کرلیا۔ ایک بیرسٹر کی حیثیت سے جناح اپنی آزادی رائے جرأت اور ایمانداری کے لیے مشہور تھے۔ یہی وہ خصوصیات تھیں جن کی بنا پر قائداعظم کو ہندوستانی بار کا ''لارڈ سائمن'' کہا جاتا ہے۔

سیاسی رجحان کا پس منظر:

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کی ناکامی کے ساتھ ہی ہندوستان پر برطانوی راج قائم ہوگیا تھا چنانچہ ۱۸۸۵ء میں ایک ریٹائرڈ انگریز سرکاری ملازم 'سر آکیٹوین ہیوم' نے انڈین نیشنل کانگرس کے نام سے ایک جماعت قائم کی

لیکن بعدازاں ۱۸۹۲ء میں یہ جماعت بال گنگادھر تلک (۱۸۵۶ء۔۱۹۲۰ء) کی قیادت میں انتہا پسند ہندو رہنماؤں کے زیر اثر آ گئی اور ۱۹۰۵ء کے سیشن میں ۷۵۶ مندوبین میں صرف ۱۷ مسلمان مندوبین شامل تھے۔ دسمبر ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کی بنیاد ڈالی گئی۔ ۱۹۰۹ء کی مارلے منٹو اصلاحات میں جداگانہ انتخابات کا مطالبہ تسلیم کرلیا گیا اور ساتھ ہی براہ راست انتخاب کا اصول بھی تسلیم کرلیا گیا۔ اس مرحلے پر جو واحد مسلم رہنما نہایت نمایاں اور ممتاز انداز میں ابھر کر سامنے آیا وہ جناح ہی تھے۔ جنہوں نے ۱۹۰۶ء میں کانگریس کے پلیٹ فارم سے سیاست میں قدم رکھا۔ جناح کی سیاسی زندگی کے تشکیلی دور پر دادا بھائی نوروجی (۱۸۲۵ء۔۱۹۱۷ء) کا گہرا اثر تھا۔ جو برطانیہ میں ایک سرکردہ لبرل رہنما تھے۔ وہی ان کے سیاسی استاد اور رہنما تھے۔ کانگریس سے جناح کی پہلی رسمی وابستگی ستمبر ۱۹۰۵ء میں ہوئی تھی جب بمبئی پریذیڈنسی ایسوسی ایشن نے انہیں انگلستان جانے والے وفد میں سر فیروز شاہ مہتا کی جگہ کانگریسی وفد کا ایک رکن نامزد کیا، سیاست میں جناح کا یہ پہلا قدم تھا۔ آپ دادا بھائی نوروجی کے پرسنل سیکرٹری بھی نامزد کیے گئے۔ اس کے بعد حکومت خود اختیاری کا تصور پہلی مرتبہ کلکتہ (۱۹۰۶ء) کانگریس میں پیش کیا گیا جس میں جناح نے پہلی سیاسی تقریر کی۔ دو برس بعد مدراس کانگریس میں انہیں آل انڈیا کانگریس کمیٹی کا رکن منتخب کرلیا گیا۔ جنوری ۱۹۰۷ء میں انہیں انڈین مسلمان ایسوسی ایشن کا نائب صدر منتخب کیا گیا۔ اس کے بعد جناح فروری ۱۹۰۷ء میں انجمن ضیاالاسلام کی مجلس عاملہ کے رکن منتخب ہوئے۔ اگست ۱۹۰۹ء میں انجمن کے جلسہ عام میں انہوں نے حکام سے مطالبہ کیا کہ مسلم حلقہ ہائے انتخاب کے قیام کے سلسلہ میں مسلم رہنماؤں سے صلاح مشورہ کیا جائے۔

پارلیمانی دور:

۱۹۱۰ء سے جناح کی طویل پارلیمانی زندگی کا آغاز اسوقت ہوا جب جناح نوتشکیل امپیریل لیجسلیٹو کونسل کے رکن منتخب ہوئے جو ۱۹۰۹ء کے ایکٹ کے تحت قائم کی گئی تھی۔ چند سال کو چھوڑ کر وہ مرکزی مجلس قانون ساز کے مسلسل رکن رہے۔ قانون فوجداری (ہنگامی اختیارات) کے بل کی جناح نے ۱۹۱۸ء میں نہایت پرزور اور بے لاگ مخالفت کی۔ پورے ملک سے اس بل کی شدید مخالفت کے باوجود وائسرائے نے اس کی منظوری دے دی۔ چنانچہ جناح نے یہ کہتے ہوئے کہ اس بل کی منظوری سے انصاف کے بنیادی اصولوں کی بیخ کنی کی گئی ہے، کونسل کی رکنیت سے استعفٰی دے دیا۔ اس استعفٰی سے جناح کی پارلیمانی زندگی کے پہلے دور کا اختتام ہوگیا۔

جناح، کانگریس اور مسلم لیگ:

جناح اگرچہ شروع میں کانگریس سے وابستہ تھے لیکن اس کے باوجود مسلمانوں میں بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ یہی سبب ہے کہ آل انڈیا مسلم لیگ کا رکن نہ ہونے کے باوجود مسلسل تین برس (۱۹۱۰ء۔۱۹۱۲ء) ان

کو کونسل کے اجلاس میں شرکت اور خطاب کرنے کی دعوت دی گئی۔اس کے بعد انہوں نے مولانا محمد علی جوہر (۱۸۷۸ء۔۱۹۳۱ء) اور لیگ کے سیکرٹری سر وزیر حسن (۱۸۷۴ء۔۱۹۴۷ء) کے اصرار پر اکتوبر ۱۹۱۳ء میں باضابطہ طور پر لیگ میں شمولیت اختیار کرلی۔آگرہ لیگ سیشن (دسمبر ۱۹۱۳ء) میں جناح نے بلدیاتی اداروں میں فرقہ وارانہ نمائندگی کو برقرار رکھنے کے مطالبہ پر جو مؤقف اختیار کیا وہ اس امر کا ثبوت ہے کہ جداگانہ انتخابات کے مسئلہ پر ان کی مخالفت رفتہ رفتہ کمزور پڑ رہی تھی۔۱۹۱۴ء تک جناح مسلم لیگ اور کانگریس دونوں کا اعتماد حاصل کر چکے تھے۔ان کی تگ و دو کے نتیجے میں کانگریس اور لیگ کے اجلاس یکے بعد دیگرے ۱۹۱۵ء میں بمبئی کے مقام پر منعقد ہوئے۔ان اجتماعات میں انہوں نے آئینی اصلاحات کے لیے کانگریس اور لیگ کی متفقہ سکیم تیار کرنے کی تجویز پیش کی۔ان کی یہ جدجہد 1914ء کے میثاق لکھنؤ پر منتج ہوئی۔اسی میثاق میں مسلمانوں کے لیے جداگانہ انتخابات اور مجلس قانون میں ان کے لیے نشستیں مخصوص کرنے کا حق تسلیم کیا گیا۔۱۹۱۷ء میں جناح نہ صرف کانگریس اور امپیریل کونسل میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے بلکہ وہ ہوم رول لیگ کی بمبئی شاخ کے صدر بھی تھے۔اکتوبر ۱۹۲۰ء میں جب گاندھی نے ہوم رول لیگ کا صدر ہو کر اس کا دستور اور نام تبدیل کرنا چاہا تو جناح نے ہوم رول سے استعفیٰ دے دیا۔بعدازاں دسمبر ۱۹۲۰ء کے کانگریس سیشن ناگپور میں جناح نے عدم تعاون پروگرام کی مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ اس پروگرام کا حاصل صرف بدنظمی اور انتشار ہوگا۔اس طرح ''پینڈرل مون'' کے الفاظ میں کانگریس میں گاندھی کے عروج کے ساتھ ہی جناح کانگریس سے دور ہو گئے۔

جناح اور ہندو مسلم مفاہمت:

۱۹۲۱ء سے ۱۹۲۳ء کا عرصہ جناح کے لیے بڑی حد تک گوشہ نشینی کا تھا۔انہوں نے کانگریس سے علیحدگی اختیار کرلی تھی۔اسی طرح انہوں نے ۱۹۲۰ء۔۱۹۲۲ء کی خلافت تحریک سے بھی خود کو الگ تھلگ رکھا لیکن جب ۱۹۲۳ء میں اگلے عام انتخابات منعقد ہوئے تو جناح نے بھی آزاد امیدوار کی حیثیت سے ان انتخابات میں حصہ لیا اور مرکزی اسمبلی کے رکن منتخب ہو گئے۔

دریں اثنا مسلمانوں کے خلاف شدھی اور سنگھٹن کی تحریکوں کی وجہ سے ہندوستان بھر میں سنگین تصادم کا سلسلہ شروع ہو گیا اور ایسے بڑے پیمانے پر فرقہ وارانہ جنگ چھڑ گئی جس کی نظیر اس سے قبل نہیں ملتی۔یہی وہ تمام تقاضے تھے جنھوں نے جناح کو ازسرنو آل انڈیا مسلم لیگ کو ایک فعال جماعت بنانے پر متوجہ کیا۔چنانچہ انہوں نے مئی ۱۹۲۴ء کو لاہور میں مسلم لیگ کا ایک اجلاس طلب کیا۔اجلاس میں جناح کو تین برس کے لیے مسلم لیگ کا مستقل صدر منتخب کرلیا گیا۔

جناح نے کئی ہندو لیڈروں کو دسمبر ۱۹۲۴ء میں ہونے والے بمبئی لیگ سیشن سے خطاب کرنے کی دعوت دی لیکن اس مسئلہ پر کہ مستقبل کے آئینی نظام میں مسلمانوں کو کس حد تک اختیارات ملنے چاہییں وہ ہندوؤں کی طرف سے تسلی بخش جواب حاصل کرنے میں ناکام رہے۔ تاہم وہ اگلے دو برس تک ہندوؤں سے اس مسئلہ پر تبادلہ خیال کرتے رہے۔ وہ اس بات کے متمنی تھے کہ ۱۹۱۹ء کی اصلاحات کی کارگزاری کے بارے میں تحقیقات سے قبل ہی ایک ہندو مسلم سمجھوتہ ہو جائے تاکہ برطانوی حکومت کے سامنے ایک متفقہ مطالبہ پیش کیا جا سکے۔ ۱۹۲۸ء میں انہوں نے اس بات پر زور دینا شروع کیا کہ اگر مسلمانوں کے صرف تین بنیادی مطالبات منظور کر لیے جائیں تو سمجھوتہ ہو سکتا ہے۔ اس سمجھوتہ کے لیے انہوں نے کلکتہ کنونشن ۱۹۲۸ء میں بھرپور کوشش کی۔ لیکن ہندو اکثریت مصالحت پر آمادہ نہیں تھی۔ یوں جناح کی ترامیم کو ایک ایک کر کے مسترد کر دیا گیا۔ یہ جناح کی زندگی بھر کی کوششوں پر ایک تباہ کن اور بھاری ضرب تھی۔ اس کے بعد پھر کبھی انہوں نے اپنے پرانے کانگریسی ساتھیوں کی باتوں پر اعتماد نہ کیا۔

جناح اور مسلم اتحاد:

گذشتہ تفصیلات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جناح نے خود کو پوری طرح ۱۹۲۸ء تک نیشنلسٹ کاز کے لیے وقف کر رکھا تھا۔ جناح کے اس انداز فکر کا اظہار سب سے پہلے ۱۹۲۴ء کے بعد ان کی تقریروں میں ہوا۔ یہی انداز فکر ۱۹۲۷ء میں دہلی تجاویز کی بنیاد بنا اور پھر جناح کے چودہ نکات مارچ ۱۹۲۹ء میں واضح طور پر نکھر کر سامنے آیا۔ جناح کے چودہ نکات چونکہ اس وقت مسلمانوں کی امنگوں کے آئینہ دار تھے۔ اس لیے یہ نکات گول میز کانفرنس (۱۹۳۰ء۔۱۹۳۱ء) میں مسلمانوں کے مطالبات بن گئے اور بعد میں جناح کے ان چودہ نکات میں سے بعض نکات کو کمیونل ایوارڈ ۱۹۳۲ء میں شامل کر لیا گیا تھا۔ اس طرح بعض نکات گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء میں بھی شامل کر لیے گئے تھے۔ یہ چودہ نکات خالصتاً مسلم نقطہ نظر کے آئینہ دار تھے۔

جیسا کہ پہلے کہا گیا ہے کہ جناح نے ۱۹۲۴ء میں لیگ کو زندہ کیا، لیگ کو از سر نو متحد کیا اور ۱۹۳۴ء میں مسلم لیگ کی قیادت خود سنبھال لی۔ ۱۹۳۵ء کے اوائل میں انہوں نے کانگریس کے صدر بابو راجندر پرشاد سے طویل مذاکرات کیے اور قابل عمل فارمولا بھی تیار کر لیا لیکن ہندوؤں کی بڑھتی ہوئی مخالفت کی وجہ سے یہ فارمولا بھی اپنی موت آپ مر گیا۔ متحدہ ہندوستان کے سیاق و سباق میں ہندو مسلم مصالحت کے لیے جناح نے جتنی بھی اہم کوششیں کیں ان میں یہ آخری کوشش تھی۔ اس کے بعد ۱۹۳۷ء کے وسط سے انہوں نے پوری شدت کے ساتھ کانگریس کی مخالفت شروع کر دی اور اب وہ صرف مسلم اتحاد کے لیے سرگرم عمل تھے۔

مسلم لیگ کی نشاۃ الثانیہ:

جناح نے مسلمانوں کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کا آغاز سنجیدگی اور باقاعدگی کے ساتھ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں برطانیہ سے واپس آ کر کیا۔ اب وہ کل ہند بنیاد پر ایک مسلم دستور العمل کی تیاری کے لیے کوشش کر رہے تھے۔ اس مرحلے پر انگریزوں کے حامی مسلم لیڈروں نے جناح سے تعاون نہیں کیا کیونکہ یہ تمام حضرات بڑی حد تک برطانوی افسروں کے زیر اثر تھے۔ اگرچہ جناح نے ان لوگوں کو مسلم لیگ کے حلقے میں لانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ اسی طرح انہوں نے کانگریس کے حامی مسلمانوں کو ہموار کرنے کے لیے بھی ممکنہ کوششیں کیں مگر سب بے سود ثابت ہوئیں۔

دوسری طرف مسلمانوں کی دوسری جماعتیں بھی جناح کے لیے مستقل دردسر تھیں یہ تمام جماعتیں خالصتہً ذاتی گروہی اور علاقائی مصلحتوں کی بنیاد پر قائم تھیں۔ حتیٰ کہ لیگ بھی دو حصوں میں منقسم تھی۔ اس انتہائی حوصلہ شکن صورت حال میں جناح کے لیے واحد حوصلہ افزا بات یہ تھی کہ اس مرحلہ پر فلسفی شاعر ڈاکٹر علامہ اقبالؒ (۱۸۷۷ء۔۱۹۳۸ء) نہایت عزم و استقلال کے ساتھ ان کا ساتھ دے رہے تھے۔ علامہ اقبالؒ کے اصرار پر جناح نے فوراً ہی ملک کا دورہ کیا۔ اس دورے میں انہوں نے صوبائی مسلم رہنماؤں پر زور دیا کہ وہ اپنے اختلافات ختم کر کے مسلم لیگ میں شامل ہو جائیں۔ جناح کی ان تمام کوششوں کے باوجود ۱۹۳۷ء کے انتخابات میں لیگ کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، تاہم ان تمام مشکلات کے باوجود لیگ نے ۴۹۲ نشستوں میں سے ۱۰۸ نشستوں پر کامیابی حاصل کی۔ ان نتائج نے کانگریس کے اس دعوے کو غلط ثابت کر دیا تھا کہ وہ اسلامیان ہند کی بھی ترجمان ہے۔ کیونکہ ہندوستان کے گیارہ میں سے آٹھ صوبوں کے مسلم انتخابی حلقوں میں ایک بھی کانگریسی منتخب نہیں ہو سکا تھا۔ ان انتخابات کے نتائج مسلم لیگ کے لیے باعث اطمینان ثابت ہوئے۔ مسلمانوں کے انداز فکر میں تبدیلی کا نتیجہ یہ نکلا کہ پنجاب بنگال اور آسام کے وزرائے اعلیٰ نے اپنے پیروکاروں سمیت لیگ کے لکھنؤ سیشن (اکتوبر ۱۹۳۷ء) میں مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی۔ مسلم لیگ میں ان لوگوں کی شرکت سے لیگ کو بڑی تقویت حاصل ہوئی اور یہ صحیح معنوں میں ایک کل ہند مسلم جماعت بن گئی۔ ہر سطح پر لیگ کی تنظیم کے لیے ایک جامع پروگرام بنایا گیا۔ تین ماہ کے مختصر عرصے میں دیکھتے ہی دیکھتے صرف یوپی میں مسلم لیگ کی نوے شاخیں قائم ہوئیں اور ایک لاکھ افراد نے مسلم لیگ کی رکنیت اختیار کی۔ یکم جنوری ۱۹۳۸ء سے ۱۲ ستمبر ۱۹۴۲ء کے درمیانی عرصے میں ۵۶ مسلم نشستوں پر ضمنی انتخابات ہوئے جن میں سے ۴۶ نشستیں مسلم لیگ نے حاصل کیں۔

مطالبہ پاکستان اور اس کا پس منظر:

لکھنؤ اجلاس کی شاندار کامیابی اور اس کے شاندار نتائج مرتب ہونے کے باوجود آئندہ تین سال

(۱۹۳۷ء۔۱۹۳۹ء) مسلم سیاست کے ارتقاء اور اسلامیان ہند کی تاریخ میں نہایت اہم نازک اور تشویشناک تھے۔ اس وقت کانگریس ہندوستان کے گیارہ میں سے آٹھ صوبوں میں برسراقتدار تھی۔ اس نے مسلم دشمنی پر مبنی کئی اقدامات کیے۔ مثلاً اس نے بندے ماترم کو قومی ترانے کی حیثیت دے دی۔ سرکاری اسکولوں میں اردو کی جگہ ہندی کو رائج کیا۔ گائے کے ذبیحہ کے خلاف قانون منظور کر کے اسے نافذ کر دیا گیا۔ ملازمتوں کے سلسلہ میں امتیازی سلوک روا رکھ کر مسلمانوں کو ان کے حق سے محروم کیا۔ ان اقدامات کے ساتھ ہی ہندوستان کے طول وعرض میں فرقہ وارانہ تصادم کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ صرف ایک برس کے عرصہ میں سنگین اور خونریز فسادات ہوئے۔ جناح نے بھی کھل کر دوٹوک انداز میں کانگریس پر نکتہ چینی شروع کر دی اور اعلان کیا کہ کانگریس ہندو مسلم سمجھوتے اور مصالحت کے لیے کی جانے والی ہر مخلصانہ کوشش کو ناکام بنانے کی ذمہ دار ہے۔ اکتوبر ۱۹۳۹ء میں جب کانگریسی وزارتیں احتجاجاً مستعفی ہو گئیں تو جناح نے مسلمانوں سے اپیل کی کہ وہ ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء کو کانگریسی وزارتوں کے تشدد اور ناانصافیوں کے خلاف ''یوم نجات'' منائیں۔ اس مرحلہ پر جناح نے واضح طور پر مسلمانوں کے ایک علیحدہ قوم ہونے کا اعلان کر دیا اور اسطرح علیحدہ قومیت کا تصور ہی تقسیم ہند کی بنیاد بنا۔ تقسیم ہند کے لیے سب سے پہلے مولانا عبدالحلیم شرر نے اگست ۱۸۹۰ء میں تجویز پیش کی تھی۔ ۱۹۳۰ء کے سیشن میں مسلم لیگ کے پلیٹ فارم سے علامہ اقبال نے واضح انداز میں تقسیم ہند کا تصور پیش کیا۔ اس کے تین برس بعد چوہدری رحمت علی نے مجوزہ وطن کا نام ''پاکستان'' تجویز کیا۔ علامہ اقبالؒ ۱۹۳۰ء کی دہائی میں جناح کے بہت قریب آ گئے تھے۔ چنانچہ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۷ء کے دوران وہ جناح سے مسلسل خط وکتابت میں مصروف رہے۔ جناح سے اس مراسلت میں انہوں نے برصغیر کی سیاسی صورتحال اور اس وقت کے اہم مسائل پر تفصیلی تبادلہ خیال کیا ہے۔ اسی طرح اگلے مرحلہ پر لاہور سیشن ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان کی منظوری ایک اعتبار سے علامہ اقبال کے اس مشن کی کامیاب تکمیل تھی۔

پاکستان کی جانب پیش رفت:

قائداعظم محمد علی جناح نے ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء کو مطالبہ پاکستان پر مشتمل قرارداد کی منظوری کے بعد سب سے پہلا کام یہ کیا کہ وائسرائے سے یہ یقین دہانی حاصل کی۔ (۸ اگست ۱۹۴۰ء) کہ ہزمجیسٹی کی حکوت اپنی موجودہ ذمہ داریاں کسی ایسے نظام حکومت کو منتقل کرنے کا ارادہ نہیں کرسکتی جس کے اختیارات کو ہندوستان کی قومی زندگی میں شامل کوئی بڑا عنصر قبول نہ کرتا ہو۔ وائسرائے کے اس اعلان کے بعد سے فی الحقیقت ہندوستان کے لیئے تیار کیے جانے والے مستقبل کے کسی بھی آئینی انتظام کے سلسلہ میں مسلمانوں کو ''ویٹو'' کا حق حاصل ہو گیا تھا۔ یہ وہ مقصد تھا جسے حاصل کرنے کے لیے جناح ۱۹۲۴ء سے مسلسل کوشاں رہے تھے۔ اس طرح جب کرپس تجاویز سامنے آئیں تو ان

تجاویز میں یہ تسلیم کر لیا گیا کہ اس وقت مطالبہ پاکستان ہی ہندوستانی سیاست کا اصل مرکزی مسئلہ ہے۔ کرپس مشن کی ناکامی کے بعد کانگریس نے اگست ۱۹۴۲ء میں ''ہندوستان چھوڑ دو'' کی تحریک شروع کر دی جس کا مقصد دراصل یہ تھا کہ تمام اختیارات کانگریس کے حوالہ کر دیئے جائیں۔ جناح نے فوراً ہی اس کھیل کو بھانپ لیا اور انہوں نے مسلمانوں کو اس تحریک سے علیحدہ رہنے کی تلقین کی۔ برطانوی حکومت نے احتیاطی اور انتظامی اقدامات کیے۔ کانگریس کے تمام سرکردہ رہنماؤں کو جیل میں ڈال دیا گیا اور کانگریس کو خلاف قانون قرار دے دیا گیا۔ آئندہ تین برسوں میں مسلم لیگ کو مزید کامیابی اور تقویت حاصل ہوئی۔ لیگ کے کئی روزنامے اور ہفت روزہ جریدے نکلنے لگے اور ذرائع ابلاغ کے محاذ پر مسلم لیگ کے نقطہ نظر کی بڑے پیمانے پر تشہیر ممکن ہو سکی۔

ایک اور اہم مرحلہ اس وقت آیا جب جون ۱۹۴۵ء میں برطانیہ نے مرکز میں ایک عبوری حکومت کی تشکیل کی تجویز پیش کی لیکن اس مقصد کے لیے جولائی میں ہونے والی شملہ کانفرنس لیگ کی نمائندہ حیثیت کے مسئلہ پر ناکام ہو گئی اور جناح نے سختی سے مطالبہ کیا کہ مسلمانوں کا فیصلہ معلوم کرنے کے لیے عام انتخابات کرائے جائیں۔ ان انتخابات میں لیگ نے نہ صرف مرکزی اسمبلی میں مسلمانوں کے لیے مخصوص نشستوں پر کامیابی حاصل کی بلکہ تمام صوبوں میں مسلمانوں کی نوے فیصد نشستیں بھی جیت لیں۔ ان حالات کے پیش نظر کیبنٹ مشن ہندوستان آیا۔ اس کا مقصد ہندوستان میں آئین ساز ادارہ قائم کرنا اور پاپولر عارضی حکومت کا قیام تھا۔ کیبنٹ مشن نے ۱۶ مئی ۱۹۴۶ء کو وہ تجاویز پیش کر دیں جو عام طور پر ''کیبنٹ مشن پلان'' کے نام سے مشہور ہوئیں۔ جناح نے لیگ کی کونسل سے اس پلان کو ۶ جون کو منظور کرا لیا۔ لیکن دوسری جانب اگست ۴۶ء میں نہرو نے کانگریس کا صدر منتخب ہونے کے بعد اس بات سے ہی انکار کر دیا کہ کانگریس نے کیبنٹ مشن پلان منظور کر لیا تھا۔ چنانچہ جناح نے بھی فوراً اعلان کر دیا کہ لیگ نے اس سے قبل منصوبے کی جو منظوری دی تھی ان حالات میں اس کو واپس لیا جاتا ہے۔ دریں اثنا ان کے کانگریس اور وائسرائے کے درمیان ہونے والے خفیہ مذاکرات کے نتیجہ میں حکومت نے ۲ ستمبر ۱۹۴۶ء کو پنڈت نہرو کی زیر قیادت ایک عبوری حکومت قائم کر دی۔ اس حکومت میں مسلمانوں کو نمائندگی نہیں دی گئی اس لیے انہوں نے ''یوم سیاہ'' منایا۔ اس دوران کلکتہ میں ہندو مسلم فسادات میں پانچ ہزار افراد موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے۔ چونکہ قائداعظم کو اس صورت حال پر نہایت تشویش تھی اس لیے انہوں نے وائسرائے کی نئی پیش کش کو قبول کر لیا اور لیگ ۲۵ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو عبوری حکومت میں شامل ہو گئی لیکن بعد ازاں عبوری حکومت مخلوط قومی حکومت کی حیثیت سے کام کرنے میں ناکام ہو گئی۔ اس دوران لارڈ ویول کی بجائے ماؤنٹ بیٹن کو ہندوستان کا وائسرائے مقرر کر دیا گیا۔ اور اسے انتقال اقتدار کی تفصیلات طے کرنے کے فرائض سونپے گئے۔ ماؤنٹ بیٹن نے ۲۴ مارچ ۱۹۴۷ء کو حلف اٹھانے کے بعد ہندوستانی

رہنماؤں سے طویل مذاکرات کیے۔ جناح سے وائسرائے کے مذاکرات چار ماہ تک جاری رہے۔اور یہ جناح کی صلاحیتوں کا کمال تھا کہ انہوں نے وائسرائے اور کانگریس کے لیڈروں کو ۳ جون کے پلان میں قیام پاکستان کے مطالبہ کو ماننے پر مجبور کر دیا۔ بہرحال ماؤنٹ بیٹن کے پلان کے طے شدہ پروگرام کے تحت برطانوی حکومت کی جانب سے لارڈ ماؤنٹ بیٹن نے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان کی قانون ساز اسمبلی کو اقتدار منتقل کر دیا اور اس طرح برصغیر میں ایک آزاد مسلم مملکت کے قیام کا وہ دیرینہ خواب قائداعظم کی مدبرانہ قیادت میں شرمندہ تعبیر ہوا جو اسلامیان ہند دوصدیوں سے دیکھتے چلے آرہے تھے۔